Name of Journal: Al-Anfal

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 3 No. 5 (2025)

Feminism in Urdu Novel

اردو ناول میں تانیثیت

Dr. Aqsa Naseem Sandhu
Assistant Professor, Department of Urdu, Government Sadiq College Women's University Bahawalpur

Abstract

Urdu novel formally started in the colonial era. If you examine the history of the novel, you realize that from the very beginning, the novel has been engaged in efforts to highlight the problems of women and the cases of oppression and exploitation. When Nazir Ahmad started writing novels during the colonial period, he put educational and reformative aspects in front. From Maulvi Nazir Ahmad to Mirza Hadi Ruswa, the novel had reached many milestones of evolution, and many female characters were presented in Urdu which are immortal, and imprinted on the minds of the readers. In the 20th century, the situation changed drastically and the understanding and expediency prevailing at the beginning of the colonial system gradually turned into opposition and there was a change in the perception, perception and understanding of social problems and situations. In the context of this situation, many novelists came out who decided to rebel against the tradition. After the year 1947, when the situation completely changed, novelists made the issues of migration and freedom and social conditions the subject, but also made the emotions and feelings of women the subject and tried to cover their basic problems. In the third decade of the 21st century, when we (Urdu novels and feminism) try to discuss such a topic, it is estimated that there has been a change in the meanings and concepts of feminism in the present era. Today, in the post-colonial era, many Novelists novels' have been written that explain the feminist perspective in harmony with modern methods. In this paper, the basic debates of Urdu novel and feminism will be discussed

Name of Journal: Al-Anfal

AL- ANFAL

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

Vol. 3 No. 5 (2025)

and it will also be seen that feminism is prevalent in the 21st century. And what point of view does the created literature explain.

Key Words: Colonial era, Feminism, Freedom, Social Conditions, Tradition.

تانیثیت کی تحریک کا باقاعدہ آغاز سیمون دی بوآر کی کتاب " سیکنڈ سیکس" سے ہوا جس نے ایک ایسی فکر کو ترویج دی جس میں یہ شعور موجود تھا کہ مرد و عورت کو بغیر کسی جنسی تفریق کے تقسیم نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہر شعبہ خواہ وہ سماجی ہو، معاشرتی ہو یا سیاسی ہو اس میں اس کی صلاحیتوں کو اسی طرح قبول کیا جائے جس طرح سے مرد کو معاشرے میں ایک کاص مقام حاصل ہے۔آہستہ آہستہ تانیثیت کی یہی فکر تحریک کی شکل اختیار کرنے لگی، یہ آواز بین الاقوامی سطح پر شہرت حاصل کرنے لگی دنیا کے زبان و ادب کے علاوہ تہذیب و تمدن پر بھی اثرات مرتب ہوئے۔فریڈمین کے درج ذیل بیان سے لفظ " تانیثیت" کی مکمل وضاحت سامنے آجاتی ہے۔

> "The term "Feminist" seems to have first been used in 1871 in a French Medical text to describe a cessation in development of the sexual organs and characteristics in male patients who were perceived as thus suffering from "Feminization" of their bodies"(1)

تانیثیت بنیادی طور پر دو تصورات پر مشتمل ہے ایک تو یہ کہ بنی نوع انسان کے دو طبقے ہیں مرد اور عورت۔ عورت بطور طبقہ اور مرد بطور طبقہ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرتے چلے آرہے ہیں اس صورت میں تانیثیت ایک ایسا تصور ہے جو ایک خاص فکر کے ساتھ ساتھ اپنی احتجاجی صورتیں بھی واضح کر رہا ہے احتجاج اس شکل میں کہ مردوں کے بنے ہوئے اس معاشرے میں جہاں صرف مردوں کو اہمیت حاصل رہی، زندگی کی خاص پیش قدمیوں میں عورتوں کو پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے اور ان کی کوششوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس صورت میں تانیثی فکر ایک سماجی اور اقتصادی سیاق نظر آتی ہے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ " تانیثیت ایک ایسی اصطلاح ہے جس کے مخصوص معنی متعین کرنا ممکن نہیں۔ یہ ایک غیر معین کثیر المعنی تصور ہے جس میں مختلف نوع اور رویے شامل ہیں۔ مرد غالب معاشرہ اور پدری نظام سے لے کر معاشی استحصال، جنسی جبر اور دہشت تک، غیر مساوی حقوق، سماجی ناہمواری، قانونی عدم تحفظ، متضاد (منافقانہ) اخلاقی اقدار اور فرسودہ خاندانی یا ازدواجی رشتوں سے لے کر کاروبار اور سیاسی اقتدار تک۔ اور ان سب کے مرکز میں تشخص کا مسئلہ جو ایسا محور ہے جس کے گرد یہ سارے مسائل مسلسل گردش میں رہتے ہیں"(2)

اس مقالہ میں اردو ناول اور تانیثیت کے بنیادی مباحث پر بحث کی جائے گی اور یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اکیسویں صدی میں تانیثیت کن صورتوں میں رائج ہے؟اور تخلیق ہونے والا ادب کس نقطہ نظر کی وضاحت کرتا ہے۔اردو ناول ابتدا ہی سے تانیثیت کے ایک خاص رویے کی پہچان نظر آتا ہے ناول بطور صنف انیسویں صدی کے اواخر میں وجود میں آیا، یہ وہ دور تھا جب انگریزوں نے مکمل طور پر ہندوستان پر قبضہ کر لیا تھا اور ملک کی تمام بھاگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔نوآبادیاتی نظام رائج ہوا اور تمام معاشی،سیاسی اور بالخصوص سماجی طور پر انہوں نے ملک پر قبضہ کر لیا اور وہاں پر بسنے والے لوگ مکمل طور پر انگریزوں کے زیر سایہ آگئے ایسی صورت حال میں ادب نے ایک نئے طریقے سے ترقی و ترویج کا سلسلہ شروع کیا۔سر سید احمد خان اور ان کے ساتھیوں نے ادب کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔مولوی نذیر احمد نے اس دور میں ناول نگاری کا باقاعدہ آغاز کیا، تربیتی و اصطلاحی پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے کردار تخلیق کیے جو آج بھی سند کا درجہ رکھتے ہیں۔اردو ناول کا باقاعدہ آغاز نوآبادیاتی دور میں ہوا۔اگر ناول کی تاریخ کا جائزہ لیں تو احساس ہوتا ہے کہ آغاز ہی سے ناول عورتوں کے مسائل اور جبر و استحصال کی صورتوں کو نمایاں کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔اس بات کی وضاحت عتیق اللہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ”ادب میں تانیثیت کا مؤقف اس عورت کو ڈی کنسٹرکٹ کرنا ہے جو اپنی ذات ہی سے بے خبر نہیں تھی بلکہ اس سماجی تہذیبی منظر نامے سے بھی نابلد تھی جس کے جبر نے اسے مجہول حقیقت میں بدل کر رکھ دیا تھا۔انسانی زندگی کے زیادہ سے زیادہ شور اور اسی نسبت سے خاموشیوں کو گوناگوں نام دینے کی صلاحیت اگر کسی ایک صنف میں پائی جاتی ہے وہ صرف ناول ہے“(3)

مولوی نذیر احمد نے جب اردو میں پہلی بار ناول کی صنف کو متعارف کروایا اور نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کے گھرانوں کی روزمرہ کی زندگی،مسائل اور بالخصوص عورتوں کے تربیتی و تہذیبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے تنقیدی شعور کی مدد سے زندگی اور اس میں مضمر خیالات اور تعمیر کے خاص راز سے واقفیت دلوائی ہے اور اپنے تمام ناولوں میں کہیں نا کہیں ایک ایسی زندگی کا عنصر برقرار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی جو انفرادی زندگی میں خاص اہمیت کی حامل ہے کیونکہ ” نذیر احمد اس بات سے واقف تھے کہ نئے مہذب سماج کی تعمیر اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انفرادی اور خانگی زندگی میں نظم وضبط اور سکون و مسرت کی فضا پیدا نہ ہو اور یہ کہ فضا مادر قوم اور مادر خاندان کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ عورت کا پست مقام تمام برائیوں کی جڑ ہے مرد جو سماج کی ایک اکائی ہے اس کی تمام زندگی اس مرکز و محور کے گرد گھومتی ہے چنانچہ نذیر احمد نے سماج کے اس مرکز و محور کی اصلاح کے لیے اپنا پہلا ناول مراۃ العروس تصنیف کیا“(4)ان کے تمام ناول تانیثی فکر اور شعور کا ایک اہم حوالہ ہیں۔اس سلسلے میں دوسرا اہم نام مرزا ہادی رسوا کا لیا

Name of Journal: Al-Anfal
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
Vol. 3 No. 5 (2025)

جاسکتا ہے جن کے ناولوں میں افشائے راز، اختری بیگم، ذات بیگم، ذات شریف، شریف زادہ اور امراؤ جان ادا وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ناولوں کے ذریعے زوال آمادہ تہذیب کے کئی اہم رخ دکھانے کی کوشش کی ہے اور اپنے ناول امراؤ جان ادا میں عورت اور زندگی کی ترجمانی ایک نئے انداز میں کی ہے۔ مولوی نذیر احمد اور مرزا ہادی رسوا کی ناول نگاری خاص تانیثی نقطہ نظر کی وضاحت کا نمونہ ہے رشید احمد صدیقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> " رسوا اور نذیر احمد دونوں نے ناول کو اصلاح تمدن کا آلہ کار بنایا۔ ایک نے لکھنؤ، دوسرے نے دہلی سے اس مہم کا آغاز کیا۔ اس وقت لکھنؤ اور دہلی ہی ہماری تہذیب کے سب سے اہم مرکز تھے رسوا اور نذیر دونوں نے عورت کو اصلاح معاشرت کا محور قرار دیا۔ دونوں کے یہاں عورتیں مختلف طبقے اور ماحول کی ہیں لیکن نسوانی نہاد کے اعتبار سے یکساں ہیں"(5)

اردو ناول نگاری میں ایک اہم نام راشد الخیری کا ہے جنہوں نے عورتوں کے حوالے سے لکھا اور مسائل کو بیان کرنے کی کوشش کی اور دردناک صورت حال کو صحیح معنوں میں بیان کرنے کی سعی کی ان کے اہم ناولوں میں حیات صالحہ، شب زندگی، شام زندگی، بنت الوقت اور سراب مغرب وغیرہ شامل ہیں "نذیر احمد کی روایت کو صحیح معنوں میں جس شخص نے پروان چڑھایا وہ راشد الخیری ہیں۔ نذیر احمد کی تقلید میں راشد الخیری نے طبقہ نسواں اور گھریلو زندگی کی اصلاح کے لیے قلم اٹھایا اور متعدد ناول تصنیف کئے، طبقہ نسواں سے ہمدردی ان کے ناولوں کا طرہ امتیاز ہے"(6) ۔ اسی دور میں منشی پریم چند نے اپنی تحریروں کے ذریعے انقلاب برپا کیا اور حقیقت کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ تانیثی رویوں کی بھی عکاسی کی ہے۔ اس تناظر میں ان کے اہم ناولوں میں نرملا، پردہ مجاز، چوگان ہستی، بازار حسن اور میدان عمل وغیرہ شامل ہیں۔ اس دور میں عورت کو آزادی کسی بھی خاص صورت میں حاصل نہیں تھی بلکہ ایک ایسا معاشرہ تھا جو ظلم و بربریت کی ایک الگ داستان رکھتا ہے۔

عورت بطور طبقہ بھی آزادی کے ان معنوں سے واقف نہیں تھی جو اسے آج سے کئی سو سال پہلے اسے اس کے دین نے عطا کئے تھے۔ منشی پریم چند نے نہایت بے باکی سے ان تمام ظلم و ستم کی کہانیوں کو رقم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی اور وہ اپنے ناولوں میں ہندوستان کی عورتوں کے حقیقی ترجمان بنتے نظر آتے ہیں۔ پریم چند کے بعد کرشن چندر کا نام اہمیت کا حامل ہے جنہوں نے کئی ناول لکھے اور نہایت خوبصورتی سے تلخ حقائق کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور تانیثیت کے معانی و مفاہیم کو اپنے ناولوں میں برتا ہے۔ اس حوالے سے ان کے ناول ایک عورت ہزار دیوانے اور چاندی کا گھاؤ تانیثی نقطہ نظر میں لکھے گئے ناولوں میں ایک اہم حوالہ ہیں۔ راجندر

Name of Journal: Al-Anfal
AL- ANFAL
ISSN (Online): 3006-5208
ISSN (Print): 3006-5194
Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research
AL- ANFAL
SLOGAN HERE
Vol. 3 No. 5 (2025)

سنگھ بیدی کا اہم کارنامہ ایک چادر میلی سی ہے یہ ناول ۱۹۶۴ میں شائع ہوا اور اردو ادب کا شاہکار ناول شمار کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے عورت کی نفسیات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر اسلم آزاد اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اردو قصہ نگاری کی دنیا میں راجندر سنگھ بیدی ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ایک چادر میلی سی راجندر سنگھ بیدی کا ایک مختصر سا ناول ہے اس ناول میں انہوں نے اپنی تخلیقی بصیرت اور فنکارانہ ہوش مندی کا ثبوت پیش کیا ہے۔پنجاب کی زندگی کے کئی پہلوؤں سے انہوں نے ناول کی دنیا بسائی ہے۔زندگی کے وسیع ترین پس منظر پر ان کی مبصرانہ نگاہ بھی ہے اور اپنے قریب کی زندگی کے گہرے مشاہدات بھی، جن کو پیش کرنے کے نئے سے نئے انداز کی تلاش اور پیش کش میں پوری جرات رندانہ بھی ان کی خصوصیت ہے"(7)

بیسویں صدی میں حالات نے کروٹ بدلی اور مرد ناول نگاروں کے ساتھ ساتھ عورت بھی اس میدان میں سامنے آئی، ترقی پسند تحریک نے اس دور میں اہم کردار ادا کیا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خیالات کے اظہار میں بھی تبدیلی پید ہوئی اور ۱۹۳۲ میں انگارے کی اشاعت نے ماحول میں تبدل پیدا کیا اور انگارے کی اشاعت میں رشید جہاں کی شمولیت نے انقلاب برپا کر دیا۔اور اس کے بعد عصمت چغتائی، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، صدیقہ بیگم، رضیہ سجاد ظہیر اور دوسری خواتین نے رشید جہاں سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا۔بیسویں صدی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے ذہنی شعور اور بالیدگی نے اس بات کو قبول کر لیا تھا کہ عورتوں کو بھی اب بطور طبقہ ہمیں قبول کرنا ہو گا۔

حقوق کی فراہمی کس حد تک ممکن ہو سکی یا بطور طبقہ اپنے مخالف طبقے پر کس حد تک ظلم و زیادتی کی یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اس کی شخصیت کو قبول کرنا اور اسے ہمارے ادب میں ایک خاص جگہ ملنا شروع ہوئی، اسے پڑھنے کے ساتھ ساتھ تخلیقات کو پسند کیا جانے لگا یہ ایک خوش آئند پیش رفت تھی۔اردو ناول نگاری کا سلسلہ انیسویں صدی میں کے اواخر میں نذیر احمد سے شروع ہوا اور بیسویں کے اواخر تک پہنچتے پہنچتے اس میں بیش بہا قابل قدر اضافے ہوئے اور ایک خاص فکر کے تحت لکھے جانے لگے ان میں تانیثی فکر ہمیشہ سے نمایاں رہی۔مشروف عالم ذوقی کے ناول شب گیر اور لے سانس بھی آہستہ، عبد الصمد کے ناول خوابوں کی سیر، دھک، مہاسا گر اور مہاتما، اقبال مجید کا ناول اس دن اور نمک، شموئل احمد کا ناول ندی اور مہاماری اور پیغام آفاقی کا ناول مکان اس اعتبار سے

نہایت اہمیت کے حامل ہیں کہ اس میں تانیثیت کا پرچار کیا گیا عورتوں کے مسائل سے لے کر سماج کے تلخ رویوں کی نقاب کشائی تک ہر پہلو کو ان مرد قلم کاروں نے اپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے۔

اردو کی پہلی خاتون ناول نگار رشید النساء کا ناول "اصلاح النساء" جو کہ ۱۸۸۱ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ ناول بھی عورتوں کی اصلاح اور حقوق نسواں کے حوالے سے لکھا گیا۔ جہاں خواتین کی اصلاح اور حقوق نسواں کے لیے ناول لکھے جا رہے تھے وہیں خواتین کے رسائل بھی "حقوق نسواں" کے حوالے سے اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ ان رسائل میں " تہذیب نسواں"، "خاتون" اور "عصمت" شامل ہیں۔

"رسالہ خاتون" کا مقصد تعلیم نسواں کی اہمیت کو اجاگر کرنا تھا تو رسالہ "عصمت" کا مقصد خواتین کو شعور اور آگاہی دینا تھا۔ "تہذیب نسواں"، "خاتون" اور "عصمت" ایسے رسائل ہیں جو تانیثیت کے حوالے سے اول دستے کے طور پر سامنے آئے۔ ان رسائل میں چھپنے والی تحریروں نے خواتین میں خود مختاری اور کارپردازی کا جذبہ پیدا کیا اور انھیں اپنی ذات اور تشخص کا شعور دیا۔ انیسویں صدی کی یہ ڈری سہمی عورتیں بیسویں صدی تک اس قابل ہو چکی تھیں کہ انہوں نے اپنی ذات، جذبات اور احساسات کے لئے ایک منفرد راستے کا انتخاب کر لیا۔ اردو ناول میں جہاں عزیز احمد، فضل کریم فضلی، شوکت صدیقی ، احسن فاروقی، ممتاز مفتی، نثار عزیز بٹ، انتظار حسین، ڈاکٹر انور سجاد، عبداللہ حسین اور راجندر سنگھ بیدی جیسے ناول نگاروں نے تانیثیت کو اپنے ناولوں کا حصہ بنایا وہاں خواتین ناول نگار بھی اس تحریک کے علمبرداروں میں پیچھے نہ تھیں۔ عصمت چغتائی کے ناول ضدی، ٹیڑھی لکیر، معصومہ، سودائی میں تانیثیت کے رنگ خوب بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے فصیل جعفری لکھتے ہیں۔

> ”عصمت بنیادی طور پر سماجی منسلکات یعنی social concern کی افسانہ نگار ہیں۔۔۔۔۔ ناکردہ گناہوں کہ سماجی سزائیں، عورت کا مرد کی ملکیت تصور کیا جانا، بند سماج میں موجود جنسی دباؤ اور بسا اوقات اس کی غیر فطری نکاسی، بہتر تعلیم کی کمی، ذاتی سطح پر مفادات کا گھنا جنگل اور معاشرے میں موجود رکاوٹیں وغیرہ عصمت کے افسانوں کے مجموعی موضوعات ہیں۔“ (8)

قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں بھی ہمیں عورت اپنی ذاتی، معاشی اور معاشرتی حیثیت کے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان ناولوں میں ایک طرف عورتیں مردوں کے ساتھ بیٹھ کر فلسفیانہ گفتگو کرتی نظر آتی ہیں تو دوسری طرف عورت اپنی

Name of Journal: Al-Anfal

AL- ANFAL

AL- ANFAL
SLOGAN HERE

ISSN (Online): 3006-5208

ISSN (Print): 3006-5194

Name of Publisher: Al-Anfal Education & Research

Vol. 3 No. 5 (2025)

تہذیب اور ثقافت سے بھی جُڑی ہوئی ہیں۔اس کے اندر کی عورت خدا کے آگے جھکنے اور اپنی روایات کی پاس داری کرنے کو بھی بے قرار رہتی ہےاس کی کھلی مثال ان کا ناول " میرے بھی صنم خانے " ہے۔

”گنی بھی بڑی خوش عقیدہ لڑکی تھی۔دوستوں کے گروہ میں بیٹھ کر تو
ہمات اور مذہبی حماقتوں کا مذاق اڑانے والی یہ روشن خیال اور ترقی
پسند لڑکی ہر سال اپنی ممی کے ساتھ علی گنج جاکر ہنومان جی کے سامنے
پرشاد چڑھاتی اور وہاں سے اپنی سفید خوبصورت پیشانی پر تلک لگائے
خوش خوش واپس آجاتی ہے۔“ (9)

تانیثی نقطہ نظر سے قرۃالعین کے ناولٹ " اگلے جنم موہے بیٹانہ کیجیو" کو بہت اہمیت حاصل ہے یہ ناولٹ مکمل طور پر تانیثیت اور تانیثی فکر کی ترجمانی کرتا ہوا نظر آتا ہے یہ ناولٹ عورت کے ساتھ درپیش سماجی سلوک اور ناانصافیوں کے خلاف احتجاج ہےاس ناولٹ میں عورت کے جذبات واحساسات اور کرب کی عمدہ تصوری کشی کی گئی ہے کہ وہ بحیثیت لڑکی یا عورت دوبارہ پیدا نہیں ہونا چاہتی ہے۔

جمیلہ ہاشمی کا ناول " تلاش بہاراں " بھی تانیثیت اور اس کے مقاصد کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول کی مرکزی کردار "کنول کماری " کے ذریعے عورتوں میں حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس ناول میں " کنول کماری " کا کردار مشعلِ راہ کے طور پر دکھایا گیا ہے۔

اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

”محبت کے جس مذہب کو کنول نے اپنایا تھا۔سادگی اور بالغ نظری
کے جس اصول پر اس نے عمل کیا تھا۔۔اپنے اور دوسروں کو سمجھنے
کے لیے جو واضح لائن ہمیشہ اس کے سامنے رہی تھی۔۔بے پناہ طاقت
اور بڑھتے رہنے کبھی نہ تھکنے کی جو راہ اس کے سامنے تھی در گزر
کرتے اور صاف کرنے کی جو کشش اس کے کام میں تھی اُن سب نے
مل کر اُسے کامیاب بنایا۔“ (10)

جمیلہ ہاشمی کے ناول میں عورت اپنی قدر و قیمت اور اپنی عظمت کو سمجھتی ہوئی نظر آتی ہے ان کے ناولوں میں عورت خود کو مردوں کی طرح باوقار اور بہادر سمجھتے ہوئے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتی نظر آتی ہے۔

”آدھی رات کو چار آدمیوں کا اکیلی عورت کے گھر میں حملہ کرنے کی نیت سے کود کر چوری سے آجانا۔اس بات کیا ثبوت ہے کہ عورت کے ذہن سے وہ خائف ضرور ہیں۔ رویندر کے پیتا کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں کنول ہوں اور زندہ رہنے اور نظام کو بدلنے کی جن راہوں پر چل رہی ہوں وہ ان راہوں سے بہت دور ہیں۔“ (11)

بانو قدسیہ نے بھی اپنے ناولوں میں عورتوں اور لڑکیوں کے مسائل اور ان کی نفسیات کو بہت باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ بانو قدسیہ کے ناولوں کا محور ہی عورت اور اس کے گھریلو مسائل ہیں بانو قدسیہ اپنے ناولوں میں نہ صرف عورتوں کے مسائل کو بیان کرتی ہوتی نظر آتی ہیں بلکہ ان کی اصلاح کرتی ہوئی بھی دیکھائی دیتی ہیں۔

بانو قدسیہ اپنے افسانوں میں خصوصاً غریب گھرانے کی لڑکیاں اور بیٹیاں جو مستقبل کے خوبصورت خواب سجائے بڑے شہروں کا رخ کرتی ہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں اور اس کے بعد اپنے گھروں میں اچھے رشتے کے انتظار میں چند سال گزار دیتی ہیں تو کسی پختہ عمر دولت مند شخص کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو نظرانداز نہیں کر پاتیں اس کی عکاسی ان کا ناول "شہر بے مثال میں" ہے۔

قیام پاکستان کے بعد لکھے جانے والے یہ ناول صرف ہندوستان کی روایات یا چلن کا پرچار نہیں کرتے بلکہ وطن عزیز میں ہونے والی زیادتیوں کے بھی چشم دید گواہ ہیں۔ سن ۱۹۴۷ کے بعد جب حالات نے مکمل طور پر کرٹ بدلی تو ناول نگاروں نے جہاں ہجرت وآزادی کے مسائل و سماجی حالات کو موضوع بنایا وہیں پر عورتوں کے جذبات واحساسات کو بھی موضوع بنایا اور ان کے بنیادی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر خدیجہ مستور کا ناول زمین ظلم و ستم کی ایک ایسی ہی داستان پیش کرتا ہے، مصنفہ نے ساجدہ کی زبانی ناول کے آغاز میں بوڑھے کے اس کرب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”بابا! تم کس بیٹی کو پکار رہے ہو؟ وہ بیٹی نہیں تھی بابا! وہ لوٹ کا سب سے قیمتی مال تھی ۔ وہ تمہارے چیخنے سے واپس نہیں آئے گی تمہاری آواز اس تک نہیں پہنچ سکتی“ بابا وحشت زدہ آنکھیں پھاڑے اس آدمی کو کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا ساجدہ کا جی چاہا کہ وہ آگے بڑھ کر اس ظالم آدمی کے منہ پر ایک تھپڑ مار دے وہ اس سے کہے کہ عورتوں کو مال کہنے والے، لوٹنے والوں پر طنز کرتے ہوئے اونچے تو نہیں ہو جاتے پھر بھی وہ ضبط کیئے چپ چاپ کھڑی رہی“(12)

خدیجہ مستور کا ناول آنگن بھی اسی قسم کی صورت کو واضح کرتا ہے۔ خدیجہ مستور کے علاوہ جمیلہ ہاشمی نے بھی استحصالی صورتوں کو بیان کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے عورت کو یہ احساس دلوایا ہے محض آنسو بہانے سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو پہچانے تاکہ ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کی جاسکے۔ جمیلہ ہاشمی کا ناول تلاش بہاراں اسی رویے کو پیش کرتا ہے "ناول کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کا موضوع تلاش بہاراں نہیں بلکہ عورتوں کی آزادی اور عظمت اس کا بنیادی موضوع ہے کنول کماری ٹھاکر کے کردار کو مرکز بنا کر عورت کی عظمت اور آزادی کا خواب دیکھا گیا ہے"(13) رضیہ فصیح احمد کے ناول آبلہ پا اور انتظار موسم تانیثی فکر کے تحت لکھے گئے شاندار ناول ہیں۔ بانو قدسیہ کا ۱۹۸۱ میں منظر عام پر آنے والا ناول راجہ گدھ تانیثی نقطہ نظر سے نہایت شاندار ناول ہے مصنفہ نے راجہ گدھ کو صرف ایک علامت کے طور پر استعمال کیا اور اس کی مدد سے اس معاشرے کے وہ تمام مکروہ چہرے سامنے لانے کی کوشش کی جو ہمارے سماج میں رائج ہیں۔ واجدہ تبسم اور جیلانی بانو کی ناول نگاری بھی ایسے ہی رویوں کی بازیافت ہے۔

دراصل یہ کہا جاسکتا ہے کہ:

> "خواتین کی بہترین تخلیقی صلاحیتوں نے ناول کے فن ہی میں ایک بہتر اظہار کی صورت بھی پائی ہے کہ باطن کے اس جہاں کبریٰ کی نمائندگی کے لئے یہی ہئیت خاصی لچک اور گنجائش بھی رکھتی ہے، جو عورت کا اجتماعی لاشعور بھی ہے۔ جس میں ہزاروں ہزار چیخیں مدفون ہیں اور آنسوؤں کے کئی سمندر موجزن۔ اخلاقی اور تہذیبی اجبار اور استحصال کی ایک پوری تاریخ ہے، جس نے عورت کو ایک علیحدہ نفسیاتی ہستی میں بدل دیا ہے۔ کواتین کے ناولوں نے اس پیچیدہ نفسی کے جہاں جواز مہیا کیے ہیں وہیں اس کا احتساب بھی کیا ہے۔ اسی جرات لب کشائی یا اظہار بلا خوفی کا ایک نام تانیثیت ہے"(14)

اکیسویں صدی میں بھی اس موضوع پر بے شمار لکھا جارہا ہے اور ان تمام رویوں کے خلاف آواز بھی بلند کی جارہی ہے جو معاشرے میں رائج ہیں۔ لیکن ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم عزت، احترام اور رواداری کے ساتھ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کریں جو محبت اور احترام کا درس دیتا ہو۔ صنفی امتیاز سے بالاتر ہو کر اگر دیکھا جائے تو سب انسان برابر ہیں ہم نے صرف اپنی سوچ کو ایک ہی سطح پر لانا ہے اور عورت بطور طبقہ، مرد بطور طبقہ ایک دوسرے کو اگر قبول کرنے کی کوشش شروع کردیں تو معاشرے میں امن و امان کی بہتر صورت حال کو جنم دیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات:

1. Betty Frieden, Feminism(DK: W.W Norton,2002),Pg 2
2. دیویندراسر،"تانیثیت: چند پہلو"، مشمولہ،تانیثیت اورادب، مرتب انور پاشا(دہلی: عرشیہ پبلی کیشنز،۲۰۱۴)،ص۷۰
3. عقیق اللہ،"تانیثی جمالیات کا تعین"، مشمولہ،تانیثیت اورادب، مرتب انور پاشا،ص۵۱
4. عظیم الشان صدیقی،اردوناول آغاز وارتقا۱۸۵۷تا۱۹۱۴(لاہور: بک ٹاک،۲۰۱۹)،ص۱۳۳
5. رشید احمد صدیقی،" کچھ اس کتاب کے بارے میں"، مشمولہ،رسوا کے تنقیدی مراسلات، محمد حسن،ڈاکٹر(علی گڑھ: ادارہ تصنیف،۱۹۶۱)،ص۲
6. عظیم الشان صدیقی،اردوناول آغاز وارتقا۱۸۵۷تا۱۹۱۴،ص۲۲۹،۲۲۸
7. اسلم آزاد،ڈاکٹر،اردوناول کاارتقا(لاہور: بک ٹاک،۲۰۲۰)،ص۱۹۶،۱۹۵
8. فضیل جعفری،"عصمت چغتائی کا فن"،مشمولہ: افسانہ روایت اور مسائل،مرتبہ: گوپی چند نارنگ،(دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس،س-ن)،ص۴۲۲
9. عقیلہ جاوید،ڈاکٹر،"اردوناول میں تانیثیت"،(لاہور: فکشن ہاوس،۲۰۲۰ء)،ص۱۵۵
10. ایضاً،ص۱۷۳
11. ایضاً،ص۲۳۰
12. خدیجہ مستور،زمین(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۲۱)،ص۹
13. جاوید اختر،ڈاکٹر،اردو کی ناول نگار خواتین(دہلی: بسمہ کتاب گھر،۲۰۰۲)،ص۱۴۷
14. عقیق اللہ،"تانیثی جمالیات کا تعین"، مشمولہ،تانیثیت اورادب، مرتب انور پاشا،ص۵۲،۵۱